اسلام اور حقوقِ بشر

قائد ملت مولانا سید کلب جواد نقوی، جنرل سکریٹری مجلس علماء ہند

(۱۴)

ماقبل کے مضامین میں یہ بات مکمل طور سے ثابت ہوگئی کہ اسلام میں ظلم کے سلسلہ میں مسلم یا غیر مسلم کی کوئی قید نہیں ہے۔ یہاں تک کہ ایک چھوٹے سے پرندے پر بھی ظلم کی اجازت نہیں اور رسولؐ اسلام فرماتے ہیں کہ اگر ایسا کوئی عمل انجام دیا تو میدان حشر میں تم مجھے اپنا دشمن پاؤ گے۔ قرآن مجید میں صاف اعلان ہے: ترجمہ ''کسی قوم کی دشمنی تمہیں بے انصافی اور ظلم پر آمادہ نہ کردے۔'' (سورہ مائدہ) خود حضور سرور کائنات محمد مصطفیؐ کی پوری حیات طیبہ اس آیۂ کریمہ کی بہترین عملی تفسیر ہے۔ تاریخ میں درج ہے کہ مدینۂ منورہ میں ایک مسلمان کے گھر میں چوری ہوگئی۔ دو آدمی شبہ میں گرفتار ہوئے، جن میں سے ایک یہودی تھا اور دوسرا مسلمان۔ دونوں کو حضور اکرمؐ کی خدمت میں لایا گیا۔ مسلمانوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر مسلمان پر چوری ثابت ہوگئی تو مدینہ کے مسلمانوں کی عزت خاک میں مل جائے گی اور یہودیوں کے سامنے ان کے سر شرمندگی سے جھک جائیں گے۔ لہٰذا کچھ مسلمان رسولؐ اللہ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ ہم مسلمانوں کی عزت خطرے میں ہے۔ اگر مسلمان چوری کے الزام سے بری ہوجائے تو ہماری آبرو بچ جائے گی۔ یہ سنتے ہی جبین رسالتؐ پر شکن پڑ گئی۔ رحمۃ للعالمینؐ نے فرمایا ''تمہاری عزت تو بچ جائے گی، مگر اسلام کی عزت پر داغ لگ جائے گا۔ آنے والے مسلمانوں نے کہا: ان یہودیوں نے مسلمانوں پر بہت ظلم کئے ہیں۔ اگر یہ ظلم بھی ہے تو بھی جو مظالم انہوں نے ہم پر کئے ہیں ان کے مقابلہ میں ناچیز ہوگا۔ رسولؐ اللہ نے فیصلہ کن انداز میں فرمایا کہ اسلام ظلم کے مقابلہ میں ظلم کا ہرگز روادار نہیں ہے۔ حضور سرور کائنات نے معاملہ کی خود تحقیق فرمائی اور نتیجہ میں یہودی بے قصور نکلا اور چوری کا الزام مسلمان پر ثابت ہوگیا۔ مسلمان کو سزا ہوگئی اور یہودی بچ گیا۔ اگرچہ اس وقت مسلمان یہ سوچ رہے تھے کہ مسلمانوں کی بے عزتی ہوگئی، مگر رسول اسلامؐ کی نگاہیں دیکھ رہی تھیں کہ دین اسلام کے اس عادلانہ فیصلہ سے اسلام ہمیشہ کے لئے آبرومند ہوگیا۔ وقتی طور پر یقینا مسلمانوں کی بے عزتی ہوئی، مگر اسلام کا نظام عدل وانصاف تا قیام قیامت سرخرو ہوگیا۔

اسی سے مشابہ ایک اور واقعہ تاریخ میں ملتا ہے۔ جنگ صفین سے واپسی پر حضرت علیؑ کی زرہ کہیں گم ہوگئی۔ اطلاع ملی کہ ایک یہودی کے پاس ہے، مولیٰ حاکم وقت تھے اگر چاہتے تو سپاہی بھیج کر زبردستی اس یہودی سے زرہ حاصل کر لیتے، مگر حضرت علیؑ نے ایک عام آدمی کی طرح اس یہودی کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کیا۔ قاضی شریح کی عدالت میں مقدمہ پہنچا۔ ایک طرف ایک غیر مسلم یہودی ہے، دوسری طرف خلیفۃ المسلمین امیرالمومنین علیؑ۔ قاضی شریح کی حالت خراب ہوگئی کہ امیرالمومنینؑ سے کیسے سوالات کرے، مگر حضرت علیؑ نے ہمت بندھائی کہ جو اسلامی قانون کا تقاضا ہے آپ اس پر عمل کیجئے۔ اب قاضی نے پوچھا کہ آپ کا کیا دعویٰ ہے؟ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اس یہودی کے پاس میری زرہ ہے جو میں نے نہ اس کے ہاتھ فروخت کی ہے اور نہ ہبہ کی ہے، حضرت علیؑ کی اس بات میں لطیف ترین پہلو یہ ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہودی نے

میری زرہ چرائی ہے، بلکہ فرمایا کہ نہ فروخت کی ہے اور نہ ہبہ، یعنی دشمن کی عزت کو بھی محفوظ رکھا۔ قاضی شریح نے یہودی سے پوچھا: تم کیا کہتے ہو؟ یہودی نے کہا: یہ زرہ میری ہے۔ اب قاضی نے حضرت علیؑ سے پوچھا کہ آپ کے پاس کوئی گواہ ہے؟ فرمایا نہیں۔'' قاضی شریح نے فیصلہ سنایا یا علیؑ کیونکہ آپ کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے اور زرہ یہودی کے قبضہ میں ہے، لہٰذا یہ زرہ یہودی ہی کے پاس رہے گی۔ بظاہر مولیٰ علیؑ مقدمہ ہار گئے، مگر اسلام مقدمہ جیت گیا۔ یہودی نے علیؑ کے قدموں پر سر رکھ دیا: ''یا علیؑ یہ زرہ آپ ہی کی ہے۔ میں نے چرائی نہیں ہے، بلکہ مجھے راستہ میں پڑی ملی تھی جو میں نے اٹھالی، لیکن اسلام کا یہ عدل وانصاف دیکھ کر میں مسلمان ہو رہا ہوں۔ حضرت علیؑ نے وہ زرہ اسی کو دے دی اور ایک خوبصورت اونٹ بھی بطور تحفہ عطا فرمایا۔

اقوام متحدہ کے منشور حقوق انسانی میں آرٹیکل (۷) کے ذیل میں بڑی آب وتاب کے ساتھ درج ہے All are equel before the law قانون کی نظر میں سب برابر ہیں۔ یہ لکھ کر سمجھا ہے کہ گویا کوئی بہت بڑا تیر مار لیا ہے، لیکن مندرجہ بالا دونوں واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی نظام عدل وانصاف میں نہ صرف یہ کہ مسلم وغیر مسلم برابر ہیں، بلکہ حاکم اور رعیت بھی ایک مقام پر نظر آرہے ہیں۔ آج بہانوں بہانوں سے قوانین وضع کئے جارہے ہیں، تاکہ بڑے بڑے مقامات حکومت اور خود قاضی صاحبان عدالت میں پیش ہونے اور محاکمہ سے مستثنیٰ ہوجائیں، مگر اسلامی قانون نے صدیوں پہلے سب کو بالکل ایک سطح پر رکھ کر تا ابد اسلامی قوانین کی برتری ثابت کردی ہے۔

اس سے قبل اسیران کے سلسلے میں مختصر گفتگو ہوئی تھی، لیکن بات نامکمل رہ گئی تھی۔ انسانی حقوق کے ذیل میں جنگی قیدیوں کے بارے میں بہت تاکید ہے۔ جینیوا کنونشن میں قیدیوں کے ساتھ کسی بھی قسم کی بدسلوکی کی سختی سے ممانعت ہے۔ اسلام نے آج سے ۱۴۰۰ سو سال قبل جنگی قیدیوں کے سلسلے میں تفصیل سے احکام بیان فرمائے ہیں۔ قرآن مجید اعلان فرمارہا ہے: ''جب کافروں سے مقابلہ ہو (یعنی جب وہ حملہ کریں) تو ان کی گردن اُڑادو، تاکہ ان کو مکمل شکست ہوجائے۔ قیدیوں کو مضبوطی سے باندھ لو۔ بعد میں چاہے انہیں آزاد کردو چاہے فدیہ لے لو' (سورہ محمد، آیت ۴) اس آیۂ کریمہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ جنگ کے دوران دشمن کے آدمیوں کو گرفتار کرنے کی ممانعت ہے، بلکہ جنگ کے اختتام کے بعد بچے کھچے سپاہیوں کو گرفتار کیا جائے گا۔ آیت میں نہ تو قیدیوں کو قتل کرنے کو کہا گیا ہے اور نہ انہیں غلام بنانے کا حکم ہے۔ جنگ کے دوران دشمن کے کسی بھی سپاہی کو قیدی بنانے کی اجازت نہیں ہے، اسی لئے سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ اگر کوئی دوران جنگ قیدی بنالیا جاتا تھا تو رسول اللہ اسے آزاد فرمادیتے تھے۔

(بشکریہ روزنامہ 'راشٹریہ سہارا' (اردو) ۳/جون ۲۰۱۱ء)

(۱۵)

حضرت علی علیہ السلام اور حقوق بشر

۱۳/رجب تاریخ ولادت امیر المومنین حضرت علیؑ ہے لہٰذا اسی مناسبت سے یہ چند سطریں تحریر کی جارہی ہیں جن میں خصوصیت سے حضرت علیؑ اور انسانی حقوق کا انتہائی اختصار سے تذکرہ ہوگا۔ اگرچہ پچھلے مضامین میں کئی مقامات پر حقوق بشر کے سلسلے میں حضرت علیؑ کا تذکرہ آچکا ہے، لہٰذا ان واقعات کی تکرار سے اجتناب کیا جارہا ہے۔ دلچسپی رکھنے والے حضرات سابقہ مضامین کا مطالعہ فرماسکتے ہیں۔

اگرچہ امیر المومنین حضرت علیؑ کی مدت حکومت بہت مختصر یعنی تقریباً ساڑھے چار سال پر محیط ہے۔ لیکن یہ مختصر دور حکومت بھی ہمارے موضوع سے انتہائی مناسبت رکھتا ہے اور اس لحاظ سے بے حد اہم ہے کہ آپؑ کا پہلی حکومت کی بہ نسبت زیادہ اقسام کی قوموں، ملتوں اور مذہبوں اور طرح طرح کے رنگوں، نسلوں اور سرزمینوں سے سابقہ رہا۔ اسی طرح سے آپ کے دور میں سیاسی اور مذہبی گروہوں کی بھرمار ہوگئی تھی، لیکن حضرت علیؑ نے اس انتہائی پرآشوب اور داخلی اور خارجی مشکلات سے

بھرے ہوئے اپنے دورحکومت میں جب کہ مولیٰ خود اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے گھرے ہوئے تھے، اسلامی قوانین کے ذریعہ عطاشدہ حقوق انسانی کے ایسے اعلیٰ ترین نمونے پیش فرمائے کہ حقوق انسانی کی دعویدار آج کی دنیا بھی حیرت زدہ ہے۔ اگر کسی محقق کو یہ پرکھنا ہو کہ اسلام نے انسانی حقوق کا کیا نظریہ پیش کیا ہے اور اس کو عملی طور پر کس طرح برتا ہے تو اس کے لئے دور حکومت علیؑ کا مطالعہ ناگزیر ہے، کیونکہ علیؑ اس شخصیت کا نام ہے جو ایک عظیم اسلام شناس بھی ہے اور انسان شناس بھی، جو خود ہی اسلام کامل اور انسان کامل کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔

گذشتہ مضامین میں گزر چکا ہے، اقوام متحدہ کے منشور حقوق انسانی کا محور و مرکزی نقطہ انسان کی ذاتی کرامت وعزت ہے، اسی بنیاد پر منشور میں غلامی کو سخت ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اس موضوع پر حضرت علیؑ کا ارشاد موجود ہے ''ان الناس کلھم احرارا'' تمام انسان آزاد ہیں اور کسی کو بھی انہیں غلام بنانے کا حق نہیں اور اپنے اس قول کو عملی شکل دینے کے لئے حضرت علیؑ نے اپنی محنت اور قوت بازو کی کمائی سے ہزار کے قریب غلام خرید کر آزاد کردیئے، جن میں عیسائی بھی تھے۔

(وسائل الشیعہ، ج۱۶ص۳۰)

حضرت علیؑ کی نگاہ میں صرف اس شخص کو حکومت کا حق حاصل ہے جو انسانوں کی کرامت وشرافت کا ذاتی لحاظ رکھ سکتا ہو، ورنہ وہ حکمراں نہیں وحشی درندہ ہوگا۔ اپنے مشہور زمانہ مکتوب میں مصر کے لئے مقرر شدہ گورنر جناب مالک اشترؒ کو تحریر فرمایا: ''اے مالک اپنی رعایا کے ساتھ عدل وانصاف کرو اور ان سے محبت اور شفقت سے پیش آؤ اور خبردار ان کے حق میں پھاڑ کھانے والے درندے کی طرح نہ ہوجانا۔ دیکھو اے مالک مخلوق خدا کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو تمہارے مسلمان بھائی ہیں، دوسرے وہ جو غیر مسلم ہیں، مگر تمہاری طرح انسان ہیں۔ جان بوجھ کر یا دھوکے سے ان سے غلطیاں ہوجاتی ہیں۔ تمہیں لازم ہے کہ انہیں معاف کردو جس طرح سے تم چاہتے ہو کہ تمہارا پروردگار تمہیں معاف کرے۔'' مولا علیؑ نے صرف نصیحت ہی نہیں فرمائی ہے، بلکہ عملی طور پر دوسروں کی عزت نفس اور شرافت کی حفاظت کا درس دیا ہے۔ آپؑ جنگ صفین سے کوفہ کی طرف پلٹ رہے تھے کہ شامیان نامی ایک قبیلہ کی طرف سے گزر ہوا۔ قبیلہ کا ایک بزرگ اور معزز شخص حضرتؑ کے استقبال کے لئے آیا اور امیرالمومنین کے احترام میں اپنی سواری سے اتر کر پیدل چلنے لگا۔ حضرتؑ نے اسے سختی سے منع فرمایا اور تاکید کی کہ فوراً اپنی سواری پر سوار ہوجاؤ، کیونکہ تمہارے اس عمل سے حاکم کو غرور ہوسکتا ہے اور یہ عمل ایک مومن کے لئے سبب ذلت ہے۔ (نہج البلاغہ، حکمت ۳۷) ان جملوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ امامؑ کو گوارہ نہیں تھا کہ انسان کی عزت نفس کو گزند پہنچے اور اس کی شرافت ذاتی میں کوئی کمی واقع ہو۔

تمام حقوق میں اعلیٰ ترین حق، حیات کا حق ہے۔ جس کی رعایت کرنا حکومتوں پر واجب ولازم ہے اور افراد پر بھی۔ خود حضرت علیؑ کی سیرت پاک اس کا بہترین عملی نمونہ رہی ہے۔ آپؑ کا مشہور ارشاد ہے کہ ''مجھے دو چیزیں رسولؐ اللہ سے وراثت میں ملی ہیں، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری وہ کتاب جو غلاف شمشیر میں ہے'' لوگوں نے دریافت کیا وہ کتاب کون سی ہے، جو غلاف شمشیر میں ہے۔ آپ نے فرمایا جو بھی کسی بے گناہ کو قتل کرے یا کسی غیر مستحق کو سزا دے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ آپؑ نے اپنے گورنر مالک اشتر کو تحریر فرمایا: ''دیکھو خبردار خون ناحق بہانے سے پرہیز کرنا، کیوں کہ اس سے زیادہ عذاب الٰہی سے قریب تر اور سزا کے لحاظ سے شدید تر اور نعمتوں کے زوال اور زندگی کے خاتمہ کے لئے مناسب تر کوئی سبب نہیں'' آپؑ نے فرمایا کہ یوم قیامت اللہ کی بارگاہ میں سب سے پہلے جن مقدمات کا فیصلہ ہوگا، وہ خون بہانے سے متعلق ہوں گے۔ آپؑ نے فرمایا: ''خبردار ناحق خونریزی کے ذریعہ اپنی حکومت مضبوط نہ کرنا، کیونکہ یہ عمل حکومت کو بے جان اور کمزور بنادیتا ہے، بلکہ حکومت تباہ ہوجاتی ہے اور دوسروں کی طرف منتقل ہوجاتی ہے۔''

خود حضرت علیؑ کی ہر جنگ دفاعی تھی۔ پہلے امن کی ہر کوشش فرما لیتے تھے اور اس وقت تک نہ خود تلوار اٹھاتے تھے اور نہ لشکر کو اجازت تھی، جب تک دشمن کی طرف سے پہل نہ ہوجائے۔ اس کی بہترین مثال جنگ خندق میں حضرت علیؑ کی عرب کے سب سے بڑے پہلوان عمرو بن عبدود سے جنگ ہے۔ جب عمرو مقابلہ پر آیا تو آپؑ نے فرمایا میں نے سنا ہے کہ تم مدمقابل کی تین باتوں میں سے ایک بات مان لیتے ہو۔ اس نے جواب دیا ہاں یہ صحیح ہے۔ حضرت نے فرمایا اسلام قبول کرلو۔ اس نے انکار کیا۔ فرمایا صلح قبول کرکے پلٹ جاؤ۔ اس نے اس بات سے بھی انکار کیا۔ آپؑ نے فرمایا اچھا تو سواری سے اتر کر میرے سامنے آجاؤ۔ وہ مولاؑ کے مقابلہ میں آ گیا پھر دنیا نے دو حیرت ناک مناظر دیکھے۔ علیؑ نے فرمایا پہلے تم وار کرو۔ عمرو انتہائی آزمودہ کار بے حد طاقتور اور عرب کا مشہور ترین پہلوان تھا۔ اس کے مقابلہ میں حضرت علیؑ بالکل نوجوان تھے، لیکن انتہائی خطرہ مول لیتے ہوئے اسے پہلے حملے کی دعوت دی اور اپنی جان کو خطرے میں ڈالتے ہوئے اسلامی قانون کی بالادستی ثابت کی کہ اسلام میں تہاجم نہیں بلکہ دفاع ہے۔ دنیائے کفر و اسلام دونوں حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ عمرو نے پوری طاقت سے بھرپور وار کیا۔ حضرتؑ نے اپنی سپر بلند فرمائی۔ عمرو کی تلوار ڈھال کو کاٹتی ہوئی سر مبارک میں درآئی پورا چہرا بہتے ہوئے خون سے سرخ ہوگیا۔ مولاؑ نے جوابی وار کیا۔ عمرو زخمی ہوکر گرا۔ مولاؑ اس کے سینہ پر سوار ہوئے، چاہتے تھے کہ سر کاٹیں، مگر دنیا نے دوسرا حیرت ناک منظر دیکھا کہ یکایک عمرو کے سینے سے اتر کر ٹہلنے لگے۔ مسلمان گھبرا گئے۔ رسولؐ اللہ کی خدمت میں عرض کرنے لگے یہ علیؑ نے کیا کیا؟ بڑی ناتجربہ کاری کا ثبوت دیا اتنے بڑے پہلوان پر قابو پا کر چھوڑ دیا۔ حضورؐ نے فرمایا جب علیؑ واپس آئیں تو انہی سے پوچھ لینا۔ جب عمرو کو قتل کرکے واپس آئے تو لوگوں نے ماجرا پوچھا فرمایا کہ اس نے گستاخی کی، جس سے مجھے غصہ آ گیا۔ اگر اس عالم میں اسے قتل کرتا تو یہ قتل اپنے نفس کے لئے ہوتا اللہ کے لئے نہیں۔

حضرت علیؑ نے ہمیشہ صرف اس حد تک جنگ لڑی، جس حد تک ضروری تھی اور فتح کے بعد خون کے پیاسوں تک کو معاف کر دیا۔ حضرت علیؑ کا دور حکومت آزادیٔ فکر، آزادیٔ بیان اور آزادیٔ عمل کا شاہکار ہے۔

(بشکریہ روزنامہ 'راشٹریہ سہارا' (اردو) ۱۷؍جون ۲۰۰۱ء)

بقیہ....... تاریخ شیعہ مختصر خاکہ

اب سلطنت اودھ کے علاوہ شیعوں کی کئی حکومتیں بنگال میں قائم تھیں اور سندھ میں تالپر خاندان کی حیدرآباد اور خیرپور میں حکومت تھی۔ چودھویں صدی کے آتے آتے اگرچہ حکومت اودھ ختم ہوگئی مگر خودمختار ریاستیں رام پور، مرشدآباد، بیگن پلی، کھمبات اور خیرپور سندھ وغیرہ پھر بھی قائم رہیں۔ اب تقسیم ہند کے بعد ہندوستان کی تمام ریاستوں کے ساتھ سوا خیرپور کے جو پاکستان میں ہے، ملک کی شیعہ ریاستیں بھی ختم ہوگئیں، تاہم اثرات ان کے برقرار ہیں۔ یمن اور ایران کی شیعہ سلطنتیں اب بھی بحمداللہ موجود ہیں اور علمی مراکز ایران میں قم، عراق میں نجف اشرف اور ہندوستان میں لکھنؤ کسی نہ کسی حالت میں اب بھی قائم ہیں۔ اس کے علاوہ کم ایسی جگہیں ہوں گی جہاں مسلمان ہوں اور وہاں فرقۂ شیعہ کے افراد موجود نہ ہوں۔

یہ ہے اس شیعہ قوم کی مختصر تاریخ جس کے مٹانے کے لئے سلطنتوں کی طاقت صرف ہوتی رہی مگر وہ اپنی حقانیت اور حسینی قربانی کی بدولت دنیا میں اس صورت سے لازوال حیات کی مالک ہے۔

